OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

سیاسی منافرت: عصری مسائل اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا حل

Political Hatred: Contemporary Issues and their Solutions in the light of Quran and Sunnah

Qamar Aziz
Doctoral Candidate, Qartabah University, Dera Ismaeel Khan
Muhammad Waris
Doctoral Candidate, Qartabah University Dera Ismaeel Khan
Prof. Dr. Fazal Elaahi Khan
Professor, Qartabah University, Dera Ismaeel Khan

Abstract

The political maters have diversified dimensions in the world which humanity adopts for the cause of its need to manage the life. Therefore, the political system uses for the will of God with the services to people for their betterment. In Pakistani society, the political system polluted the human mind with hatred against other person or party. This study explores the contemporary trends of political hatred among political parties, persons and seniors' leaders for their personal achievement accordingly. This research highlights the causes of this detestation with trying to put remedies and solutions according to Qur'ān and Sunnah. The Holy Prophet Mohammed (Peace be upon Him) has had vision to build social stability because of tolerance and calm-ness in the society as a political leader. The Prophetic approach provokes Muslim leaders to promote peace and stability in the society and present good way of services in the humanity. This research ventures to move on the

CC BY

direction and suggests that the best possible strategy to begin with focusing Islamic teachings for all leaders in the world.

Keywords: Politics, Hatred, Contemporary Trends, Causes, Remedies, Solutions, Islamic Teachings.

تمہید

دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کی آمد سے سیاست کے فن کی ابتداء ہوئی۔ آدم وحوا نے سیاسۃ البیت یعنی گھر کا انتظام قائم کیا اور اسی طرح زمین پر انسانوں کی یہ پہلی فطری اور سادہ حکومت تھی۔ جب انسانی آبادی میں اضافہ ہوا تو سیاسۃ البیت نے سیاسۃ المنزل یعنی خاندانی سیاست اور پھر سیاست مدینہ یعنی قومی حکومت کی شکل اختیار کر لی۔ اس طرح گھر کی سیاست ہی خاندان کی سیاست میں بھی اور پھر یہی سیاست اگلے مرحلے میں انسانی منظم سیاست کا پیش خیمہ بنی، سیاست امن کے قیام کا باعث ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اسلامی سیاست کا مقصد یوں بیان ہوا الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ "۔[1] یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں۔ اور برے کاموں سے منع کریں"۔

اس طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ"۔[2] "اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنا دیا تاکہ تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور تم نفس کی پیروی نہ کرو جو تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کر دے"۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور زمین کا نظام اسے سونپا تاکہ مخلوق خدا کے درمیان امن وسکون قائم کر سکے۔ سیاست زندگی کا ایک اہم شعبہ ہے جو خدمت خلق کا بہترین ذریعہ ہے۔ سیاست دان خلق خدا کا خادم اور ان کے جان ومال، عزت وناموس کو تحفظ فراہم کرنے والا ہوتا ہے۔ دور حاضر میں جب سیاست کا نام سنتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں سیاست کا جو تصور آتا ہے وہ بہت غلط ہے اس میں جھوٹ، وعدہ خلافی، ایک دوسرے پر الزام تراشی اور دھوکہ دہی شامل ہے۔ وہ نظام جس کی بنیاد نبی کریم ﷺ نے رکھی تھی، وہ کہیں گم ہو کر رہ گیا ہے۔ سیاست کا اسلامی تصور جو حضرت محمد ﷺ نے دیا جس کے بارے میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت نازل فرمائی[3]، ایسی حکمت آموز سیاست مسلم معاشرے سے ناپید ہو چکی ہے حالاں کہ اس کے بغیر خدمت خلق کا جذبہ سیاست میں نہیں آسکتا۔ ایسی صورت میں سیاست ایک طعنہ بن گئی، اچھے اور صالح لوگوں نے اس شعبہ زندگی کو ترک کر دیا جب کہ برے اور ظالم لوگوں نے اسے بطور ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیا۔ تو وہ چیز جس کو لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھیں، وہ شے جس کو معاشرہ اسلام سے خارج سمجھے اور وہ عمل جسے دور حاضر میں جب کوئی شخص سرانجام دے تو وہ بدنام زمانہ ٹھہرے حالاں کہ سیاست دین اسلام کی ایک اہم شاخ ہے۔ اسلامی سیاست کا جاننا اس وجہ سے بھی اہم ہے کہ عصر حاضر میں وہ لوگ جو خلق خدا کی خدمت کا صحیح معنوں میں جذبہ رکھتے ہیں ان کا قرآن وسنت سے تعلق بحال ہو سکے اور تعلیمات قرآن وحدیث پر عمل کر کے معاشرے میں عدل وانصاف کا نظام رائج کیا جا سکے۔ قرآن سے دوری حکمران طبقہ میں، بطور خاص، یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ سورۃ اخلاص جیسی عام صورت بھی درست نہیں پڑھ سکتے، جس کی

وجہ سے سامعین کے سر شرمندگی سے جھک جاتے ہیں تو ضروری ہے کہ اسلامی سیاست کا نظریہ پروان چڑھایا جائے اُس کے لیے ایسے حکمران منتخب کیے جائیں جن کا کردار قرآن وسنت کا آئینہ دار ہو۔اس موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر اس بحث میں مذکور اسباب منافرت کی اگر تلافی کرلی جائے تو معاشرہ بہت بڑے مفاسد سے پاک ہو جائے گا، جن میں دہشت گردی، لوٹ مار، جنسی استحصال، کرپشن وغیرہ شامل ہیں۔اس لیے قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں اس کا حل پیش کیا جائے گا۔مذکورہ بحث کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ کس طرح کے سوالات اس موضوع کے تحت اٹھائے جاسکتے ہیں، جیسے: سیاست کی عصری معنویت کیا ہے؟، سیاست کا اسلامی تصور (ریاست مدینہ کی روشنی) کیا ہے؟، دور حاضر میں سیاسی منافرت کے اسباب کیا ہیں؟، سیاسی منافرت کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں کیا ہے؟ اور اسلامی تعلیمات کے مطابق سیاسی نفرتوں کو ختم کرکے معاشرے کو پُرامن کیسے بنایا جائے؟

اس سلسلے میں سابقہ ہونے والے تحقیقی کام کا جائزہ لیا جائے تو ذیل میں مذکور دو مقالات میسر آتے ہیں: اُن میں پہلا مقالہ "**معاصر سیاست میں اسلامی اخلاقی رویوں کا لحاظ: مسائل اور ان کا حل**" از ڈاکٹر سعید الرحمٰن، ریسرچ سکالر، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی، ہے یہ اپنے موضوع کے اعتبار سے تو اس مقالہ کے زیادہ قریب ہے مگر اس میں بھی معاصر سیاسی منافرت پر بحث نہیں کی گئی۔جب کہ دوسرا مقالہ "**عصر حاضر میں درپیش مسائل کا فکر اقبال کی روشنی میں حل**" از غازی عبد الرحمٰن قاسمی ریسرچ سکالر، بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی، ملتان، ہے اس میں معاصر مسائل میں سے سیاسی جہت کو ایک ثانوی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔لہذا یہی وجہ پیش آئی کہ اس موضوع پر کچھ لکھا جائے۔اس بحث کے لیے وصفی اور بیانیہ انداز تحقیق اختیار کیا گیا ہے، اس میں دور حاضر کے سیاسی تصور کی وضاحت کیلئے سیاست پر لکھی گئی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔سیاسی منافرت کے اسباب جاننے کے لئے معاصر اخبار، مختلف آرٹیکلز اور سیاسی شخصیات کے بیانات سے استفادہ کی کوشش کی گئی ہے۔تاہم آخر میں سیاسی منافرت کے حل کے لئے قرآن وسنت کی تعلیمات سے استفادہ کیا ہے۔مذکورہ بالا تمہید اس تحقیق کو سمجھنے اور اسے تجزیاتی انداز میں منطقی انجام تک پہنچانے میں اہم کردار ادار کرے گی۔اس تحقیق میں فی زمانہ موضوع کی ضرورت واہمیت کے سبب، انسانی سیاسی رویوں کی معاصر جہتوں کو زیر بحث لایا جائے گا۔ ابتدا میں اس مقالہ کے موضوع کے مطابق سیاست کا تعارف اور اسلامی نظریہ پر بحث کی جاتی ہے۔

1-سیاست کا تعارف اور اسلامی نظریہ

سیاست ایک ایسا عمل ہے جس کی بنا پر ہم اپنا حکمران چنتے ہیں، دور صحابہ میں اسی نگران کو خلیفہ کہا جاتا تھا۔المنجد الابجدی میں لوئس مالوف نے سیاست کا لغوی معنی "قام به" لکھا ہے یعنی نگرانی کرنا اور خیال رکھنا۔[4]

علامہ ابن منظور سیاست کی تعریف لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:"السیاسة القیام علی الشیئ بمایصلحه والسیاسة فعل السائس وهویسوس الدواب اذاقام علیها"۔[5]"سیاست کسی چیز کو اس کی اصلاح کے مطابق قائم کرنے ہے، اور یہ سیاست کرنے والے کا ایسا عمل ہے جو اپنی بنیادوں پر قائم ہو"۔"ساس" باب نصر ینصر سے ہے جس کا معنی ہے نگرانی کرنا اور کفالت کرنا، سیاست کسی شے کو سیدھا کرنے اور اس کی درستی کے لیے ہمہ وقت تیار رہنے کو کہتے ہیں اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ سیاست کسی مدبر اور قائد شخص کا فعل ہے۔قرآن کریم کے مطابق زمین پر سب سے پہلا خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اس

سلسلے میں ارشاد باری تعالی ہے: "وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً"-[6] "اور یاد کرو اس وقت کو جب تمہارے رب نے کہا فرشتوں سے کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں"۔

اس آیت کے ضمن میں علامہ سید آلوسی بغدادی لکھتے ہیں: "ہر نبی نے زمین پر خلافت اور سیاست کی ہے اور سب سے پہلا خلیفہ حضرت آدم ہے، جو زمین کے آباد ہونے کے بعد لوگوں کے تزکیہ نفس اور ان کے نفسوں کو پایہ کمال تک پہنچانے کے لیے انہوں نے احکام الٰہی کو نافذ کرنے کے ذریعے زمین پر خلافت فرمائی"۔[7] اسلامی نظریہ سیاست کے مطابق، خلیفہ یا حاکم وقت کا کام رعایا کی کفالت اور ان کی ضروریات پوری کرنا ہے، کیونکہ خلافت انبیا کی نیابت کا نام ہے، جس طرح اُن کی زندگی کا مقصد اللہ کے نظام کو دنیا میں قائم کرنا ہے اسی طرح خلیفہ اور اسلامی ریاست کا حکمران بھی اللہ کے عطا کردہ نظام کو لوگوں پر لاگو کرتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں علما خلافت کی یوں تعریف کرتے ہیں:

i۔ علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"الخلافة النيابة عن الغير امالغيبة المنوب عنه واما لموته واما لعجزه وامالتشريف المستخلف"۔[8] "خلافت ایسے شخص کی نیابت کو کہتے ہیں جس نے کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کیا ہو، یا تو اس وجہ سے کہ وہ خود غائب ہوتا ہے یا پھر مر گیا ہو، یا وہ امور کی انجام دہی سے عاجز ہو یا پھر اپنے نائب کو شرف وعزت دینے کی خاطر اسے اپنا نائب بنایا ہو"۔

ii۔ امام ماوردی خلافت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"الامامة موضوعة لخلافة النبوة فی حراسة الدين وسياسة الدنيا"۔[9] "امامت یعنی اسلامی حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کا عمل ایک ایسا منصب ہے جو نبوت کی نیابت ہے دین اور دنیا کے معاملات کو چلانے کے لیے"۔ خلافت ونبوت ،سیاست کی قسم اول ہے جس کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی پھر تمام انبیاء کرام نے اسی منہج پر خلافت قائم کی اور لوگوں کو اللہ کے نظام کے تابع کیا، ان کی دنیا کو بہتر کرنے کے لیے بھی کوشاں رہے اور آخرت کی تیاری کا بھی اہتمام فرماتے رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے خلاف سرزمین بابل پر سیاست کے ذریعے نبوت وخلافت فرمائی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے خلاف سیاست کی، حضرت داود علیہ السلام نے اسی طرز پر حکومت فرمائی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسی طرز پر پوری دنیا میں حکمرانی کی۔ سیاست کی دوسری قسم خلافت علی منہاج النبوۃ ہے جو درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیاست ہے، جس کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الخلافة بعدی ثلثون سنة۔[10] "میرے بعد تیس سال تک خلافت قائم رہے گی"۔ اس کے بعد حکمران آئیں گے اور حکومت کریں گے۔ لہذا علما کا اتفاق ہے کہ بنو امیہ کی حکومت خلافت نہیں بلکہ حکمرانی ہے۔ پھر انہی ادوار میں مطلق العنانی کا زمانہ رہا جہاں سے سیاسی منافرت کا دور شروع ہوتا ہے، حکمرانی کا یہ انداز ہی منافرت کا اہم سبب بنا، اگر تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس نظریہ کے مطابق جو بادشاہ وقت ہوا کرتا تھا وہ کسی قانون کا پابند نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کی زبان سے نکلنے والی ہر بات قانون ہوا کرتی تھی۔ وہ اگر چاہتا تو بغیر کسی وجہ سے کسی کو قتل کر دیتا یا قید میں ڈال دیتا اور وہ وہیں ہلاک ہو جاتا، وہ ان تمام چیزوں کا مالک ہوتا تھا اس کے سامنے کسی کا مشورہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا بلکہ بغیر کسی وجہ کے کسی کو موت کے گھاٹ اتار دینا ایک رواج تھا۔ اس عرصے کی سیاست نے بھی خلیفہ وقت اور بادشاہ کے خطرناک فیصلوں اور امور کے سبب عوام وخواص میں شدید نفرت کو ابھارا، یہ ایسا رویہ ہے جو ردعمل کے طور پر سیاسی نفرت کو پیدا کرتا ہے۔ موجودہ

سیاسی ادوار میں بھی ایسی ہی نفرت پروان چڑھ رہی ہے، لہذا ضروری ہے کہ اِن کے اسباب سے واقفیت حاصل کی جائے۔-1

1-سیاسی منافرت کے اسباب

سیاسی طور پر پیدا ہونے والی نفرت نے نہ صرف پاکستان بل کہ امریکا جیسے سپر پاور کو بھی نہیں چھوڑا۔ امریکہ کے سابق صدر ٹرمپ نے اپنی سیاسی ہٹ دھرمی کی وجہ سے پورے امریکہ کو نفرت کی آماجگاہ بنا دیا تھا۔ پاکستانی سیاست نے بھی نفرت کا آلاو جلا رکھا ہے، ہر پارٹی اپنے آپ کو صحیح سمجھتے ہوئے دوسری پارٹی پر بہتان درازی کرتی ہے ہر پارٹی کے لیڈر کو اپنا دامن صاف نظر آتا ہے لیکن دوسری پارٹی میں ہر قسم کی برائی اسے نظر آتی ہے۔ اس نفرت کے اسباب درج ذیل ہیں:

i۔ میڈیا کی آزادی

میڈیا جب سے آزاد ہوا ہے سیاسی نفرت مزید بڑھ گئی ہے ہر سیاسی لیڈر اپنے جلسہ کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر دوسری پارٹی کے خلاف زہر اگل رہا ہے پھر اس سیاسی لیڈر کی گفتگو کے ہر ایک پوائنٹ پر میڈیا پر بیٹھے مبصرین اپنی سوچ وافکار کے مطابق تبصرے کرتے ہیں اور عوام کو ان مشکلات سے دوچار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے، جو بات عوام کو سمجھ نہیں آئی ہوتی تو وہ اسے بھی کھول کر بیان کر دیتے ہیں تاکہ عوام بھی تبصرے کریں، میڈیا کی آزادی سے قبل ان عیبوں پر پردہ پڑا تھا لیکن میڈیا نے آکر ہر چیز کو طشت ازبام کر دیا۔ میڈیا جس کو چاہتا ہے اسے خاک سے آسمان بنا دے اس کی مرضی، جس کو چاہے زمین کی پستیوں میں ڈال دے، یعنی جسے چاہے زیرو سے ہیرو بنا دے یا پھر ہیرو سے زیرو سے بنا دے۔ اسی طرح دور حاضر کی ایک مذہبی سیاسی تحریک کے دھرنوں میں ایسی ویڈیوز کو بھی دکھایا گیا ہے جو شاید اس وقت کی ویڈیوز نہیں تھیں۔ پرانی ویڈیوز کو میڈیا پر دیکھا دیکھا کر ایک مذہبی اور سیاسی نفرت سے ملک پاکستان کو آلودہ کر دیا گیا۔ حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے کوئی خبر بغیر تحقیق کے قابل عمل نہیں۔ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ"۔[11] "اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق شخص تمہارے پاس خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو کہیں ان جانے میں تم کسی قوم کو تکلیف نہ پہنچا بیٹھو پھر اپنے کیے پر کف افسوس ملتے پھرو"۔

ii۔ کردار کشی

سیاسی منافرت کا ایک اہم سبب کردار کشی بھی ہے ہر سیاسی لیڈر اپنے دوسرے سیاسی لیڈر کی کردار کشی سے بھی باز نہیں آتا ایک دوسرے پر ایسے الزام تراشتے ہیں جو اُن میں موجود ہی نہیں ہوتے۔ تاریخ پاکستان اس بات کی شاہد ہے کہ جنرل ایوب خان کے مقابلے میں جب قائداعظم محمد علی جناح کی بہن فاطمہ جناح نے انتخابات میں حصہ لیا تھا تو ان پر بھی کئی قسم کے اعتراضات اور الزامات لگا کر کردار کشی کی گئی تھی، جنرل ایوب خان نے فاطمہ جناح کو نسوانیت اور ممتا سے خالی اور عاری خاتون کہا۔[12] اس کے ساتھ ساتھ ہمارے سیاستدانوں کی زبان زد عام جو جملہ ہے: وہ ایک دوسرے کو ملک کا غدار، انڈین ایجنٹ اور امریکی ایجنٹ جیسے القابات سے تو ہر وقت نوازتے رہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ جو زبان عوامی جلسے میں استعمال کرتے ہیں اس کے ذریعے اُن کے ووٹرز کے درمیان منافرت پیدا ہو جاتی ہے جیسے ایک دوسرے کو گلیوں میں گھسیٹنے کی سر عام بات کرتے ہیں۔ یہ انداز صرف مردوں تک محدود نہیں بلکہ خواتین بھی مثلاً بے نظیر بھٹو، ان کی والدہ نصرت بھٹو، مریم نواز اور مریم

اورنگزیب جیسی لیڈرز بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکیں، حتی کہ ریاست اور حکومت وقت کے خلاف اپنے ووٹرز کے دلوں میں نفرت بھر دی جاتی ہے۔

iii۔ کرپشن اور ذاتی مفادات

پاکستان کے سیاسی قائدین نے کرپشن اور ذاتی مفادات کے خاطر قومی خزانے کو بہت نقصات پہنچایا ہے، ان کی دولت پاکستان کے بینکوں میں بھی نہیں سما سکتی اس لیے انھوں نے اپنی دولت باہر کے بنکوں میں رکھی ہوئی ہیں۔ اوپر کی سطح پر یہ سیاسی لیڈر ایک دوسرے کے ساتھ میل جول بھی رکھتے ہیں ان کے تعلقات بھی آپس میں بہتر ہیں لیکن اپنی پارٹی کے لوگوں کو انہوں نے لڑا کر رکھا ہوا ہے حالانکہ یہ آپس میں کمپرومائز کر چکے ہوتے ہیں کہ ایک بار یہ لیڈر آئے گا تو دوسری بات دوسرے کو نمبر دیا جائے گا۔ عوام بیچاری خوامخواہ مفت میں اپنے لیڈروں کے ان بانگ دہل دعووں کو سن کر آپس میں دست و گریباں ہیں۔ اور سلطنت خداداد مملکت پاکستان قرضوں کی بھینٹ چڑھ چکا ہے۔ ہر لیڈر اس کرپشن کی زد میں ہے۔ پھر پاکستان تو ماشاء اللہ سرِ فہرست ہے پچھلے دنوں پانامانے ایک لسٹ جاری کی تھی جس میں ساڑھے چار سو پاکستانی لوگ تھے جن کی آف شور کمپنیاں تھیں ان میں پاکستان نمایاں نمبر پر تھا۔[13]

iv۔ بیرونی طاقتوں کی دخل اندازی

پاکستان کا حصول خالصتا اسلامی نظریہ کے فروغ کے لیے تھا مگر اس ملک میں ارتقا کے خطرناک مناظر سامنے آئے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالمی طاقتیں اس ملک میں اپنی مرضی کا نظام نافذ کرنے پر مصر ہیں۔ ایسے ایجنڈے کے لیے وہ پاکستان کے سیاسی قائدین کو استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے وطن کی اسلام پسند جماعتیں اور عوام اُنھیں ناپسند کرتے ہیں اور نفرت کی یہ آگ مختلف انداز میں ملک کے پھیل رہی ہے۔ مزید بر آں اسی سبب سے ملک کے اندر دو طبقات، اسلام پسند اور لبرل، پروان چڑھ رہے ہیں جن میں فکری اور عملی خلیج وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جارہی ہے۔ ملک کے اسلام پسند طبقے میں یہ سوچ بھی پائی جاتی ہے کہ بیرونی ایما پر ملکی تعلیمی نظام میں بھی تبدیلیاں لائی جاتی ہیں جیسے: اسلامیات سے جہاد کی آیات کا اخراج، قرآن کریم کی آیات کی تبدیلی اور مغربی نظام تعلیم وغیرہ۔ بطور خاص یہ فکر پائی جاتی ہے کہ مغربی میڈیا اور ٹیکنالوجی کے سبب فحاشی کو عام کر دیا گیا ہے وطن کے بچوں کو آزاد خیال بنا دیا گیا ہے۔ فیس بک، ٹک ٹاک اور نت نئے فنکشن متعارف کروائے جارہے ہیں کبھی سنیک ویڈیوز تو کبھی پائی نیٹ ورک کی صورت میں بچوں کو آوارگی سکھائی جارہی ہے۔

V۔ مذہب اسلام کا سرعام مذاق

سیاسی نفرت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ پاکستان میں مذہبی لوگوں کو دشمن سمجھا جاتا ہے۔ اور اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے اس ملک میں لبرل لیڈرز حضرات اسلام کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں۔ موجودہ دور کے مسائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام پسندوں کو شکوہ ہے کہ ختم نبوت پر ہونے والی قانون سازی میں مختلف حیلے بہانوں سے تبدیلیاں لانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور قادیانیت نواز گروپ کو اعلی عہدوں پر فائز کیا جارہا ہے۔ ہمارے اسلامی نظریات پر قائم کیے جانے والے ادارے بھی خاموش ہیں یا حکومت کے ساتھ اپنی شمولیت کو مجبوری سمجھتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنے پارلیمان کو اسلام کے حق میں اچھے قوانین بنا کر دیں تاکہ عوام الناس میں اسلامی انتشار اور تفرقہ بازی نہ پھیلے، وہ ان فسادات کو روکنے کی بجائے خود اس کا

حصہ بنے ہوئے ہیں۔ وطن عزیز کا اسلام پسند طبقہ یہ خیال کرتا ہے کہ جدید دور میں سرکار دو عالم ﷺ کی توہین کے لیے دنیا میں جو کاروائیاں ہو رہی ہیں اُس کے خلاف پاکستان کو حکومتی سطح پر آواز بلند کرنی چاہیے ورنہ پوری قوم گناہ گار ہو گی۔ کیوں کہ اُن کے نزدیک حکومتی سطح پر نبی آخر الزمان ﷺ کے خاکے بنائے جا رہے ہیں جس کی ادنی سے توہین بھی رب محمد ﷺ کو گوارہ نہیں، متعدد مقامات پر قرآن کریم پر حکم ہوا: "لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا"۔[14] "تم ایمان لاو اللہ پر اور اس کے رسول معظم ﷺ پر اور اس رسول کی عزت و توقیر کرو اور اللہ پاک کی صبح و شام تسبیح بیان کرو"۔ لیکن اس توہین رسالت کا جواب خاطر خواہ انداز میں نہیں دیا گیا اسلام پسندوں کے مطابق یہ قادیانیت نوازی اور لبرل نوازی ہے۔ اگر یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے تو اس میں اسلامی قوانین کا نفاذ ضروری ہے۔ اس طرح کے سیاسی نوعیت کے اختلافات کے سبب پاکستان میں نفرت آمیز رویہ پروان چڑھ رہا ہے۔

Vi۔ مقامی و علاقائی سیاست

سیاسی نفرت کا ایک سبب علاقائی سیاست ہے جس کی بناء پر عوام اپنے اپنے لیڈرز کا بت بنا کر انہیں پوج رہے ہیں، ایک سیاسی لیڈر کے خلاف چاہے کتنے بھی سکینڈل کھل جائیں اس کا ووٹر کبھی اس کی تذلیل برداشت نہیں کرتا، چاہے وہ ملک کا دشمن ہی کیوں نہ ہو، پھر یہی تبصرے عوام کو ایک دوسرے سے متنفر کرنے میں سب سے زیادہ کردار ادا کر رہے ہیں۔

Vii۔ مذہبی شدت پسندی

ملک کی مذہبی سیاسی جماعتوں نے بھی سیاسی منافرت کو ہوا دی ہے۔ مذہب کے نام پر سیاست کی جاتی ہے، مذہب کارڈ کے ذریعے ووٹ حاصل کیے جاتے ہیں، پھر وہ مذہبی لیڈر کبھی تو ثمن قلیل کے عوض بک جاتا ہے، اور عوام کی امنگوں پر پانی پھیر دیتا ہے، اور کبھی اس قدر نفرت پھیلاتا ہے کہ اس کے کچھ اپنے ماننے والے بھی اس سے نالاں نظر آتے ہیں، جس کی وجہ مذہب کا غلط استعمال ہے اس طرح ووٹرز میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی ہے کیوں کہ وہ لیڈر اپنوں کو ہی نوازتا رہتا ہے جس سے دیگر احباب کا استحصال ہوتا ہے اور اس کا یہ عمل نفرت کو جنم دیتا ہے۔ اس طرح اس کی اوور ایکٹنگ مذہب کو بدنام کرنے کا بھی سبب بن جاتی ہے۔ دوسری طرف مخالف مسلکی سیاسی گروپ بھی مذہب کے ذریعے اپنا اثر و رسوخ قائم کرتا ہے تو اس طرح باہم منافرت پھیلتی ہے۔

Viii۔ تقلید شخصی

سیاسی نفرت کا ایک سبب تقلید شخصی ہے عوام جس لیڈر کو چاہتے ہیں اس کو حرف آخر سمجھتے ہے اس کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتے۔ عوام کے مابین بحث و مباحثہ، مناظرے اور لڑائی جھگڑے تک نوبت جا پہنچتی ہے، ووٹرز کے اندر تقلید شخصی نے ڈیرے جما لیے ہیں وہ نسلوں سے ایک شخص یا پارٹی کو اپنا لیڈر مانتے ہیں۔ اس کی تقلید ہی اُن کا تعلق، عزت اور عظیم روایت ہے، جس سے وہ کبھی انحراف کا سوچ بھی نہیں سکتے ہیں۔ اگر اُن میں سے کوئی ایک فرد اپنے لیڈر یا پارٹی کے خلاف اپنے ووٹ کا استعمال کرتا ہے تو باقی تمام افراد اُس کے خلاف دشمنی بنا لیتے ہیں جو اُن کے درمیان باہم سیاسی منافرت کا سبب بنتی ہے۔

Ix۔ شخصی مفادات

سیاسی منافرت کا ایک سبب ذاتی مفاد ہے کہ جو شخص جس لیڈر سے فائدہ حاصل کرتا ہے اسی کے گن گاتا ہے پھر دوسرا شخص کسی اور لیڈر سے فائدہ حاصل کر رہا ہوتا ہے تو وہ اس کے گن گاتا ہے نتیجتاً بات ذاتیات تک جا پہنچتی ہے پھر ان کے مابین لڑائی جھگڑے تک نوبت جا پہنچتی ہے۔ عوام الناس کی سوچ کا ارتقا بس یہی ہے کہ میرے لیڈر نے فلاں پراجیکٹ دیا ہے۔ عصبیت کا یہ عالم ہے کہ کوئی اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ہر لیڈر قومی خزانے سے سب کچھ کر رہا ہے اپنی جیب سے تو نہیں۔ جب سب لیڈر قومی خزانے کو لوٹتے بھی ہیں اور جو کوئی کام کرتے ہیں وہ بھی تو قومی خزانے سے ہی کرتے ہیں تو پھر اپنے نام کی تختی لگوا کر عوام الناس میں نفرت پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔

X۔ حقیقت سے دوری اور اچھے برے کی تمیز کا فقدان

دور حاضر میں پاکستانی قوم نے سیاسی تعلق داریاں اور وفاداریاں قائم کر رکھی ہیں، کوئی شخص یہ سوچنے کو تیار نہیں کہ کون سا لیڈر اچھا ہے۔ یا لیڈر میں کون سی خوبی ہونی چاہیے جس سے ہمارا وطن عزیز ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے، بلکہ قوم تقلید میں پھنس چکے ہیں، جس کی وجہ سے وہ حقیقت سے دور ہو چکے ہیں۔ یہ تمام سیاست کے تعلق کی بنیاد پر ہے، اسی سیاسی تعلق نے اچھے اور برے کے درمیان تمیز کو ختم کر دیا ہے۔ اس سیاسی منافرت نے انفرادی خرابیوں سے دو قدم آگے بڑھ کر قومی اداروں میں بھی نفرت کی بیج بوئے ہیں جس سے وطن کی دیواروں میں بھی شگاف پیدا ہو چکے ہیں۔ اگر بروقت اس نفرت خیزی کا تدارک کر کے اس کا حل نہ کیا گیا تو یہ معاذاللہ وطن کے لیے انتہائی خطرناک صورت حال پیدا کر سکتے ہیں۔ ذیل میں قرآن وسنت کی روشنی میں سیاسی منافرت کا حل پیش کیا جا رہا ہے۔

2-سیاسی منافرت کا تدارک اور حل قرآن وسنت کی روشنی میں

سیاسی منافرت کو ختم کرنے کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ دین وایمان کی بنیادوں کو معاشرے میں مضبوط کیا جائے کیونکہ ایمان وہ طاقت ہے جو محبت والفت کو جنم دیتی ہے، اقبال نے کہا:

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم

جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں[15]

ایمان کامل ہو اور عمل صالح کے ذریعے نفرت کی بجائے محبت کو ترویج دی جائے تو یہ نفرت کو ختم کرنے کے لیے شمشیر بے نیام ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کو اپنے لیے لائحہ عمل کے طور پر اختیار کر لیا جائے تو اس میں سیاسی منافرت کو ختم کرنے اور انسانی خدمت کے ذریعے رضائے الٰہی کو حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔ اس کے لیے اسلامی تعلیمات سے مندرجہ ذیل امور کو اختیار کیا جائے:

I۔ اقتدار اعلیٰ کے منصب کی تفویض

ایمان کا تقاضا ہے کہ ارکان سلطنت اپنے ہر فیصلہ میں اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ کو جانیں کیونکہ اقتدار اعلیٰ کا منصب کسی بھی حکومت کا بنیادی منشور ہوتا ہے لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اقتدار اعلیٰ کے تصور کی وضاحت کی جائے یعنی تمام امور میں سب سے آخری فیصلہ کس کا ہو گا؟ زمانہ قدیم میں جب زمام سلطنت مذہبی پیشواؤں کے ہاتھ میں تھی یا بادشاہوں کے پاس تھی

تو اس وقت تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ اپنے فیصلے کو آخری فیصلہ تصور کرتے تھے اور ان کے آگے کسی کو دم مارنے کہ جرات نہ تھی، پھر اسی طرح مرور زمانہ کے ساتھ جب مذہبی پیشواوں اور بادشاہوں کی بجائے ڈکٹیٹر شپ آگئی تو وہ بھی خود مقتدر اعلی بن گئے تو اس وقت بھی اس تصور کی وضاحت کی خاص ضرورت نہیں تھی لیکن اب جبکہ سیاست جمہوری کا دور ہے تو اس وقت اس تصور کی وضاحت ضروری ہے کہ مقتدر اعلی کون ہے۔ اروسو کے نزدیک اقتدار اعلی مملکت کے تمام باشندوں کی ایک مشترکہ ملکیت ہے۔ اسی طرح لاک نامی مفکر کا بھی یہی نظریہ ہے لیکن اس کے برعکس مارکس کا نظریہ قدرے مختلف ہے: وہ کہتا ہے کہ اقتدار اعلی کا منصب اس کے پاس ہو گا جس کے پاس پیداوار کے وسائل زیادہ ہوں اور اگر نظام سیاست سرمایہ دارانہ ہے تو اس میں اقتدار اعلی سرمایہ دار طبقے کے پاس ہو گا اور اگر نظام سیاست و نظام ریاست اشتراکی ہے تو پھر اس صورت میں اقتدار اعلی مزدوروں کے پاس ہو گا۔

لیکن جمہوری اسلامی ریاست میں عوام کی منشا نمائندہ گان کے ذریعے اکثریت کی رائے سے معلوم ہوتی ہے، اسی طرح کسی بات کے صحیح یا غلط ہونے کا معیار بھی لوگوں کی اکثریت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اقلیت کو اکثریت کا فیصلہ تسلیم کرنا لازم ہوتا ہے۔ یہ وہ نظریہ ریاست ہے جسے مغربی مفکرین نے بارہا کے تجربات کے بعد حاصل کیا ہے۔ جب کہ اسلامی نظریہ کے مطابق اقتدار اعلی کا منصب اللہ تعالی کی ذات کے پاس ہے اور اسلامی اندازِ حکومت میں بھی جمہوریت جب فیصلہ کرتی ہے تو وہ اللہ تعالی کے احکام کی پیروی کرتے ہوئے ان احکام کو نافذ کرتی ہے اور اس میں اکثریت کی رائے کو دخل ہوتا ہے۔ اس کے بعد وطن کی تمام اقلیتوں کو برداشت، تحمل اور ہم آہنگی کے ساتھ اُس رائے کو تسلیم کرنا چاہیے، تاکہ محبت، امن اور سلامتی قائم رہے نفرت، شر پسندی اور بدامنی جیسے منفی رویے پروان نہ چڑھ سکیں۔

ii۔ یکساں نصاب زندگی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو برابری کا درس دیا ہے اور ارشاد فرمایا: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ"۔[16] "اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرمایا ہے اور ہم نے تمہیں خاندانوں میں بسایا ہے تاکہ تمہارا تعارف ممکن ہو، خبردار تم میں سے عزت والا وہ ہے جو اللہ کی بارگاہ میں تقویٰ اختیار کرتا ہے"۔ اس واضح ارشاد کے باوجود ہم نے اپنے آپ کو طبقات میں تقسیم کر رکھا ہے، حاکم وقت نے انسانوں کے معیار زندگی کو کئی مراتب میں تقسیم کر رکھا ہے، اعلی درجہ کو لوگوں کو دنیا جنت نظیر بنا کر پیش کی جاتی ہے، ان کی تنخواہوں میں 800 فی صد اضافہ کیا جاتا ہے، اور مزدور نان شبینہ کو ترس رہا ہے، نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع کے دوران ارشاد فرمایا: "الا لافضل لعربی علیٰ عجمی ولالعجمی علیٰ عربی ولالاسودعلی احمرولالاحمرعلی اسودالابالتقویٰ"۔[17] "خبردار لوگو تمام انسان برابر ہیں کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر فضیلت حاصل ہے ہاں اگر فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقوی ہے"۔ حالانکہ ہم اپنے اسلاف کے طریقہ سیاست پر نظر ڈالیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا تھا کہ اب آپ امور سلطنت کی انجام دہی میں مصروف رہتے ہیں اور خود کچھ کمانے کی فرصت نہیں پاتے تو بیت المال سے اپنا وظیفہ مقرر فرمالیں تو فرمایا؛ ایک مزدور کی جو یومیہ اجرت ہے وہی میری بھی مقرر کر دو، عرض کی گئی کہ اگر وہ آپ کو ضرورت کی

کفالت نہ کر سکے ؟ تو فرمایا اگر میری یومیہ مزدوری مجھ پر کافی نہ ہو گی تو میں ایک مزدور کی مزدوری بڑھادوں گا{18}، لیکن آج اعلیٰ عہدوں پر فائز لوگوں کی مزدوری میں لاکھوں کے حساب سے اضافہ ہوتا ہے اور ایک مزدور کی تنخواہ وہی ہوتی ہے جس سے وہ اپنے بال بچوں کا پیٹ بمشکل پال سکتا ہے۔

iii۔ انصاف کی بحالی

دور حاضر کی سیاسی منافرت کا ایک اہم سبب انصاف کا فقدان ہے؛ اگر ملک میں انصاف کو بحال کر دیا جائے تو یہ منافرت ختم ہو جائے گی۔ دور نبوی پر نظر ڈالی جائے تو سرکار اقدس ﷺ کے زمانہ میں ایک مخزومی عورت نے چوری کی اس کا کیس نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا تو قریش نے میٹنگ کی کہ کسی آدمی کو سفارشی بنا کر حضور کی بارگاہ میں بھیجا جائے تاکہ اس عورت سے حد کو روکا جا سکے تو انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارشی بنایا کہ یہ نبی کریم ﷺ کا زیادہ محبوب ہے جب اسامہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے اور سفارش کی تو رسول اللہ ﷺ جلال میں آگئے اور ارشاد فرمایا: "انما اهلک الذین قبلکم انهم کانوا اذا سرق فیهم الشریف ترکوه واذا سرق فیهم الضعیف اقاموا علیه الحد وایم الله لوان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدها"۔[19] "تم سے پہلے لوگ اسی ناانصافی کی بنا پر ہلاک ہو گئے؛ کہ اُن میں سے جب کوئی امیر چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اُس پر حد قائم کرتے، اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک واقعہ پیش آیا، اس طرح کہ امیر المومنین علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ گم ہو گئی اور وہ زرہ آپ نے ایک یہودی کے پاس دیکھی جو کسی پر بیچ رہا تھا تو اس وقت کے قاضی اور جج قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ نے یہ مقدمہ دائر کیا تو قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی بلایا اور یہودی کو بھی بلایا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گواہی مانگی تو آپ نے حضرت قنبر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو پیش کیا تو قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اے علی! بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں ہوتی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کی گواہی قبول نہیں جو جنت کے سردار ہیں،[20] تو قاضی شریح رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! وہ آخرت کا معاملہ ہے اور یہ دنیا کا معاملہ ہے لہٰذا دنیا میں شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں کی جاتی تو یہ کہہ کر قاضی شریح نے مقدمے کا فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا۔[21] اسی طرح کے کئی واقعات دور خلافت راشدہ کے بعد بھی وقوع پذیر ہوئے؛ جب عبد الملک بن مروان حاکم وقت تھا تو عبد الملک بن مروان نے اپنے چچازاد بھائی کے خلاف مقدمہ دائر کیا تو اس وقت کے قاضی خیر بن نعیم کے سامنے جب دونوں حاضر ہوئے؛ تو عبد الملک بن مروان نے قاضی کے ساتھ بیٹھنے کا ارادہ کیا تو قاضی نے کہا تم جاؤ بھائی کے ساتھ نیچے بیٹھو۔[22]

اسی طرح خلیفہ ابو جعفر المنصور کے خلاف ان کی بیوی قاضی کی عدالت میں پہنچ گئی اور قاضی غوث بن سلیمان کے پاس مقدمہ دائر ہوا، تو قاضی صاحب نے ابو جعفر منصور کو بلایا اور ان کی بیوی کے مقدمے کا جو وکیل تھا، اس کے ساتھ نیچے فرش پر بیٹھنے کا حکم دیا اور وکیل کی گفتگو سنی اور حاکم وقت کی بات سنی بالآخر قاضی صاحب نے خلیفہ وقت کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا۔[23] پہلے اسلامی ادوار میں اِس انصاف کی بنیاد پر لوگوں میں سیاسی منافرت کی یہ کیفیت نہ تھی جب کہ دور حاضر میں کیفیت بالکل بدل چکی ہے ۔پاکستانی عدالتوں میں عرصہ دراز تک ایک دیوانی مقدمے کی سماعت ہوتی ہے۔ عدالت عظمی میں سالہا سال تک مقدمہ کو

چلاتے چلاتے فریقین کے لاکھوں روپے خرچ بھی ہو جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی عدل و انصاف کی دھجیاں بکھیر دی جاتی ہیں۔

iv۔ فلاح عامہ

دور حاضر میں سیاسی منافرت کو ختم کرنے کے لیے فلاحی کاموں پر کام کرنے کی ضرورت ہے، فلاح عامہ کا دائرہ کار انتہائی وسیع ہے۔ معاشرے میں امن وامان اور عدل و انصاف کو رائج کرنا بنیادی ضرورت ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی رو سے مسلمانوں کے لیے اچھا معاشرہ وہ ہے جس میں اخوت اور مساوات قائم ہو لہذا فلاح عامہ کی خاطر حاکم وقت کو چاہیے کہ اپنے ملک میں ہر قسم کے مظالم کو ختم کرے، قتل کی روک تھام کی جائے، خودکشی سے روکا جائے، ناحق قتل کرنے والے سے مکمل طور پر شرعی قوانین کے مطابق قصاص لیا جائے، حدود اللہ جاری کی جائیں، تاکہ معاشرے میں امن و سکون قائم ہو اور لوگوں کی آپس میں محبت بڑھے اور ہر قسم کی نفرتوں کا قلع قمع ہو۔

v۔ اسوہ رسول ﷺ کی پیروی

جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے، نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو پورا مکہ آپ کے مخالف ہو گیا آپ سے اس قدر نفرت کرنے لگے کہ آپ گلی کوچوں سے گزرتے تو وہ آوازیں کستے تھے، آپ کی راہ میں کانٹے بچھاتے، آپ پر اوجھڑی پھینکتے۔ الغرض آپ کو تکلیف دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے، آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا، آپ تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے، اشیاء خوردونوش تو کیا نان شبینہ تک میسر نہ تھا ان حالات میں خاندان نبوت نے درختوں کے پتے کھا کر وقت گزارا۔[24] پھر اس سے بڑھ کر نفرت کی آگ جب شعلہ زن ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے طائف کی طرف سفر فرمایا، شاید وہاں کے لوگ آپ سے نفرت نہ کریں بلکہ محبت کا محبت سے جواب دے لیکن وہاں کے لوگوں نے بھی آپ سے سنگدلانہ رویہ رکھا، آپ کو پتھر مارے گئے حتیٰ کہ آپ لہولہان ہو گئے، آپ کے نعلین شریف خون سے لت پت ہو گئے، تھک ہار کر آپ نے ایک باغ میں پناہ لی،[25] بے شمار تکالیف برداشت کرنے کے باوجود بھی آپ کو جب ظاہری سیاسی قوت ملی تو آپ نے انتقامی کارروائی نہیں کی۔ روایات میں آتا ہے کہ فرشتہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر اجازت ہو تو طائف کے ارد گرد کے پہاڑوں کو آپس میں ملا کر ان کا ملیامیٹ کر دوں لیکن اللہ کے محبوب نے ارشاد فرمایا میں دنیا کو تباہ کرنے نہیں آیا میں تو ان کو آباد کرنے کے لئے آیا ہوں پھر آپ نے دعائے رحمت کے لیے ہاتھ بلند فرمائے اور لبہائے نبوی سے جو پھول کھلے وہ سیرت کی کتابوں کی زینت بنے ہوئے ہیں؛ اے اللہ ان کو ہدایت دے یہ مجھے نہیں جانتے۔[26] پہلی اسلامی ریاست مدینہ کے قیام کے بعد، مکہ فتح کیا تو آپ ﷺ کے سارے دشمن آپ کے قبضے میں تھے اگر چاہتے تو سب کو قتل کروا سکتے تھے لیکن اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف کر دیا آپ نے پوچھا لوگو کیا تم جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ تو سب لوگوں نے بزبان واحد عرض کی کہ تم کریم باپ کے بیٹے ہو اور ہمارے کریم بھائی ہو ہمیں آپ سے معافی کی توقع اور امید ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا{27} جس طرح یوسف نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تھا میں بھی آج یہی کہتا ہوں: "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ".[28] کہ تم پر کوئی مواخذہ نہیں اللہ تعالی تمہیں معاف کرے، وہ رحم فرمانے والا ہے"۔

vi۔ معاشی اور معاشرتی تحفظ

اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ غریب نادار، بیماروں اور ضعیفوں کی امداد کے لیے منصوبہ بندی کرے، اس سلسلے میں خلفا اور عمال اپنا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ مگر موجودہ دور میں ریاست اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہی جس کی وجہ سے ریاست اور حکمرانوں پر سے لوگوں کا اعتماد ختم ہوتا جارہا ہے۔ حقیقت میں حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی دیکھ بھال کے لئے لائحہ عمل طے کرے۔ زمانہ نبوی میں زکوۃ کے ذریعے غریبوں اور ناداروں کی امداد کی جاتی تھی پھر خلافت راشدہ میں بیت المال کا منظم ادارہ قائم کیا گیا تو اس ادارے کے تحت ان بے سہارا لوگوں کی دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ دور حاضر میں غریبوں ناداروں کا کوئی پرسان حال نہیں جس کی وجہ سے غربت اور افلاس آئے روز بڑھتی جارہی ہے، عوام اور حکومت کے درمیان بڑھتے ہوئے نفرت کے رجحانات مزید تباہی کے طرف لے کر جارہے ہیں، اس ناسور کے خاتمے کے لیے حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا بروقت تدارک کرے وہ بھی اولین خلفا کے ادوار کی تعلیمات کے ذریعے اس کا بہترین حل پیدا کیا جاسکتا ہے۔ حالاں کہ حدیث نبوی میں ہے کہ حکومت وقت اس شخص کی سرپرست ہے جس کا کوئی والی نہیں۔[29]

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" وأنا وَارِثُ من لا وارثَ له، أَعْقِلُ له وأَرِثُهُ ".[30]"جس کا کوئی وارث نہیں اس کا میں وارث ہوں، میں اس کی طرف سے دیت دوں گا اور اس شخص کا ترکہ لوں گا"۔ ایک روایت میں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص مر جائے اور ترکہ چھوڑ جائے اور اس کے پسماندگان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ میرے پاس آجائے میں ان کا سرپرست ہوں۔{31} مزید رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مر جائے اور مال ترکہ چھوڑ جائے تو وہ اس کے ورثاء کا حق ہے جو ذمہ داریوں کو چھوڑ جائے وہ میرے ذمہ ہے۔{32} امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتے تھے اگر فرات کے کنارے کتا بھی بھوکا یا پیاسا مر گیا تو عمر اس کا جوابدہ ہوگا۔{33} لیکن آج کے دور میں حکومت لوگوں کے معاشی اور معاشرتی تحفظ کی ذمہ دار نہیں لیتی یا پھر عملا اس کے لیے کوشش نہیں کرتی جس کی وجہ سے آئے روز خودکشی کے بے شمار واقعات رونما ہو رہے ہیں جن کا سبب غربت وافلاس ہے۔ ان امور سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات پر مکمل عمل کے ذریعے ریاست میں دیرپا امن اور باہم محبت کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے جو سیاسی منافرت کو ختم بھی کرے گی، پھر یہ تعلیمات بھائی چارے اور ریاست کے ترقی کا سبب بھی بنے گی۔

خلاصۂ بحث

سیاست امور ریاست کی بہتر طریقے سے نگرانی کرنے کا نام ہے جو درحقیقت ایک مقدس امانت ہے، بہتر سیاست کے ذریعے ایک اچھا نظام حکومت قائم ہوتا ہے، اس بہتر سیاست کا عملی نمونہ تب ممکن ہے کہ اسوہ رسول ﷺ پر عمل کیا جائے، ورنہ سیاست کے آڑ میں باہم مخالفت کے سبب ہزاروں لاکھوں بے گناہ افراد کا قتل ہوتا رہے گا، ملک وملت عظیم فتنوں سے دوچار رہے گی، عوام اور حکمران ایک دوسرے کے دشمن نظر آئیں گے، نفرت کی آگ اقوام عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیگی جیسا کہ اس دور میں ہر انسان ارباب اقتدار سے بے حد متنفر ہے، جس کا اہم سبب قرآن وسنت کی تعلیمات سے دوری اور اسوہ رسول ﷺ کو پر عمل نہ کرنا ہے۔ کیونکہ نفرت کے اسباب جیسے: عدل وانصاف کا فقدان، چوری ڈکیتی کا میلان، سودی نظام کا رواج، مقامی اور علاقائی حد تک عوام کا آپس میں دست وگریباں ہونا، اپنے سیاسی لیڈر کی ہر بات کو حرف آخر سمجھنا، بلاوجہ اپنے

لیڈر کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل کر اس کے ترانے الاپنا، یہ سب امور ملک وملت کے آرام وسکون کو خراب کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ سیاست نبوی در حقیقت اللہ تعالی کی عطا کردہ خلافت کی جانشینی ہے جو اللہ تعالی نے زمین پر خلیفۃ اللہ حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا اور جملہ انبیاء علیہم السلام کو اسی خلافت کا جانشین بنا کر زمین پر مبعوث فرمایا چونکہ یہ سیاست در حقیقت اللہ تعالی کے احکام کی آئینہ دار تھی تو ان کی تعلیمات کو اپنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

References

[1] Ṣūrah Al-Hajj 41.
[2] Ṣūrah Suaad 38:26.
[3] Ṣūrah Al Nisā' 4:113.
[4] Louis Malūf, *Al Munjad* (Karachi: Maktaba Qudūsiah), 354.
[5] Muhammad Ibn Makram Al Afrīqi, *Lisān al 'Arab* (Bīrūt: Dar al ṣādr), 6, 107.
[6] Ṣūrah Al Baqarah 2:30.
[7] Abū al Fazal 'Alūsī, *Rūḥ al M'āni* (Bīrūt: Dar al aḥyā al Turāth al 'Arabī), 2, 429.
[8] Imām Rāgib al ṣfahānī, *Al Mufradāt fī Ghrīb al Qur'ān* (Bīrūt: Dār al m'rifah, 2005), 162.
[9] 'Alī Ibn Muhammad Māwurdī, *Al-Aḥkām al-Sultānia*, (Bīrūt: Dār al kitab al 'Arabī, 1999), 3, 29.
[10] Imām Abū Zikriya Yahya Ibn Sharf An-Noowī, *Ṣharḥ Ṣaḥīḥ Muslim* (Bīrūt: Dār al fiqr, 2001), 12, 201.
[11] Ṣūrah Al Hujurāt 49:6.
[12] Bbc.com. retrieved on: 02-06-2021.
[13] Dailypakistan.com.pk, retrieved on:9-06-2021.
[14] Ṣūrah Al Fatah 48:9.
[15] S.M Shāhid, *Islam aūr Jadīd Sīyāsī wā 'Imrānī Afkār* (Lahore: Aware new book palace), 97.
[16] Ṣūrah Al Hujurāt 49:13.
[17] *Subul al hudā*, 8, 655.
[18] Jalāl al Dīn Suyūṭī, *Tarīkh al Khulafā'* (Karachi: Nafīs Academy, 1963), trans. Iqbāl al Dīn Ahmad, 278.
[19] Ṣaḥīḥ al Bukhārī, 4378.
[20] حسنین کریمین جنتی جوانوں کے سردار ہیں؛ حدیث پاک میں ہے:"الحسن والحسین سیداشباب اہل الجنة"۔
[21] Muftī Taqī 'Usmānī, *Islam Aūr Sayāsī Nazrīyāt*, 193.
[22] 'Usmānī, *Islam Aūr Sayāsī Nazrīyāt*, 193.
[23] 'Usmānī, *Islam Aūr Sayāsī Nazrīyāt*, 193.
[24] Abū Abdullah Muhammad Ibn Sa'ad, *Al Ṭabqāt al Kubrā'* (Bīrūt: Dār Aḥyā' al kutub al 'Arabī 1405), 2, 312.
[25] Muhammad Ibn 'Umar Wāqadī, *Al Maghazī* (Bīrūt: Dār al-Ahyā' al-Kutub al-'Arabī, 2001), 2, 806.
[26] Ibn Hashām, *Al-Sīrah al-Nabawiyya* (Bīrūt: Dār al-'Ālim, 2003), 1, 379.
[27] Ahmad Ibn Abī Ya'qūbī, *Tārīkh-e-Ya'qūbī* (Tehrān: IntShārāt 'Ilmī 1371h), 6, 388.
[28] Ṣūrah al-Yūsuf 12:92.
[29] Shāhid, *Islam aūr Jadīd Sīyāsī wā 'Imrānī Afkā*, 174.
[30] Abū Dāwūd 2899.
[31] Ibn Qayam, *Zād al M'ād*, 1, 57.

[32] Ṣaḥīḥ al Bukhārī, 4378.
[33] Muhammad Ibn Jarīr Ṭibī, *Tarīkh al-Rusul wa al-Malūk* (Bīrūt: Dār al-Turāth1387h), 4, 532.